ریڈیو سیٹ: ۸۲۵،۰۰۰

ٹی وی سیٹ: ۸۷۵،۰۰۰

مسلح افواج

مسلح افواج تین حصوں ــ نیشنل گارڈ، سکیورٹی فورسز (داخلی اور سرحدی دستے) اور شہری دفاع کے دستوں پر مشتمل ہیں۔

مسلح افواج کو درکار افرادی قوت کی دستیابی:

مرد (۱۵-۴۹ سال کے درمیان): ۱،۱۵۴،۶۸۳

فوجی خدمات کے لیے موزوں: ۹۳۴،۱۶۷

فوجی عمر (۱۸ سال) تک پہنچنے والے افراد کی سالانہ تعداد: ۴۴،۵۲۶ (۱۹۹۵ء اندازاً)

دفاعی اخراجات: امریکی ڈالر (معلومات دستیاب نہیں ہیں)

مصدر:

Yuriy Kulchik, Andrey Fadin & Victor Sergeev, *Central Asia After the Empire*, 1996, Pluto Press, London.

نقطۂ نظر

محمد رشید مفضول ذکاء

کرغیزستان: اکییف انتظامیہ کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی پالیسیاں

"فطرت کی حیرت انگیز خوبصورتی اور اس ادراک نے کہ کمیونسٹ تجربات سے بہت دور، میں پہاڑوں کے محفوظ حصار میں سفر کر رہا ہوں، میری روح کو بے پناہ امن و سکون سے ہمکنار کیا۔"

۱۹۱۹ء میں بالشویکوں سے بھاگ کر کرغیزستان پہنچنے کے بعد "انقلاب مخالف" پال نذروف کی طرف سے ۲۶ برس پہلے لکھے گئے ان الفاظ کی تاثیر آج بھی برقرار ہے۔ صحرا، ریگستانوں اور پہاڑی سلسلوں پر مشتمل کرغیزستان جنت ارضی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ کرغیزستان خانہ بدوشوں کی سرزمین

ہے جو سوویت دور میں جدید دنیا کے تقاضوں سے روشناس ہوئے۔ ۳۱ اگست ۱۹۹۱ء کو جب کرغیزستان نے سوویت یونین سے آزادی کا اعلان کیا تو شروع میں بین الاقوامی سیاسی مبصرین اور عالمی رہنماؤں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی۔ مگر رفتہ رفتہ کرغیز رہنماؤں کی عملیت پسندی، مغرب نوازی اور منڈی کی معیشت کے انتخاب نے کرغیزستان کو مغرب، امریکہ اور دیگر بین الاقوامی حلقوں کی توجہ کا مرکز بنا لیا۔ جمہوریہ کی بقا کے لیے لڑی جانے والی جنگ کی قیادت معروف دانشور اور ممتاز ادیب صدر عسکر اکییف کر رہے ہیں۔ اکییف نے کثیر جماعتی جمہوری نظام متعارف کرایا۔ ان کے سیاسی پروگرام میں قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق کا احترام، اقلیتوں کی مذہبی آزادی اور نجی ملکیت کا تحفظ اور منڈی کی معیشت کی ترویج جیسے امور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جمہوریہ میں روسی باشندوں اور مضبوط کمیونسٹ حزب اختلاف کی موجودگی میں عسکر اکییف کے لیے اپنے اہداف کا حصول مشکل ثابت ہو رہا ہے۔ جمہوریہ میں روسی النسل باشندوں کی آبادی ۲۲ سے ۲۶ فیصد ہے اور وہ اکثر کلیدی انتظامی عہدوں پر فائز ہیں۔

کرغیزستان کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ یہاں صنعتی شعبہ بہت کمزور ہے۔ کرغیزستان کو وسطی ایشیا کی غریب ترین ریاستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں کی پینتالیس لاکھ آبادی میں سے صرف ۳۸ فیصد شہروں اور قصبوں میں آباد ہے۔ جمہوریہ کی تاریخی، معاشرتی اور اقتصادی صورتحال کے خدوخال سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ قوم کے نمائندے شہری اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ازبک تہذیب سے متاثرہ جنوبی دیہی علاقوں اور ترقی یافتہ وسطی اور شمالی علاقوں میں واضح تفاوت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ملک کی روسی آبادی وسطی اور شمالی کرغیزستان کے ان ہی ترقی یافتہ علاقوں میں آباد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے قوم پرست سیاسی حلقوں کی طرف سے اس تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اگر حکومت منڈی کی معیشت کی پالیسی پر بلا سوچے سمجھے عمل پیرا رہی تو پہلے سے معاشی طور پر مستحکم روسی آبادی اور کمیونسٹ طبقوں کو مزید تقویت ملے گی۔ اس لیے وہ دیہی آبادی کی دھڑا دھڑ شہروں کی طرف نقل مکانی پر زور دے رہے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھنے اور جواب میں ان سے عظیم تر قومی کردار کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ابھی تک اکثر کلیدی عہدوں پر روسی تعینات ہیں جن کی خصوصی مہارت اور تجربہ سے حکومت اس نازک موڑ پر ہاتھ دھونا نہیں چاہتی۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اس کے سامنے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی شعبوں میں مکمل تبدیلی کا منصوبہ تاہنوز زیر غور ہے۔

کرغیز آبادی کی غیر متناسب نسلی ترکیب جمہوریہ کے متعدد پیچیدہ اندرونی اور بیرونی مسائل کی بنیاد ہے۔ وادیٔ فرغانہ کا جو حصہ کرغیزستان میں شامل ہے اس کی آبادی میں ازبک باشندوں کو اکثریت حاصل ہے۔ چنانچہ یہ علاقہ کرغیزستان اور ازبکستان کے درمیان وجہ نزاع بنا رہا ہے۔ کرغیزستان کی سرکاری زبان کیا ہو؟ یہ بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ مقامی باشندے کرغیز زبان جبکہ روسی

باشندے، جنہیں یلسن انتظامیہ کی بھرپور پشت پناہی حاصل ہے، روسی زبان کو قومی زبان کا درجہ دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تاہم ایک صدارتی فرمان کے ذریعے اس مسئلہ پر قابو پا لیا گیا ہے۔ صدارتی فرمان میں کرغیز زبان کے ساتھ ساتھ روسی زبان کو دفتری امور میں استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ معاشرتی اور تکنیکی منصوبہ بندی جیسے ناگزیر مواقع پر بھی روسی زبان کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ اکییف انتظامیہ کو بعض دیگر پیچیدہ مسائل درپیش ہیں جنہیں حل کرتے وقت حسنِ تدبیر سے کام لینا ہوگا۔ ان مسائل میں ریاستی اداروں کی تشکیل، قومی یکجہتی کی ترسیخ، جمہوری عمل میں تمام طبقوں کی شرکت اور ایک متنوع معاشرے کی تعمیر کے لیے بڑھنے والے دباؤ کا سامنا کرنا شامل ہیں۔ اکییف حکومت تنازعات کو بات چیت اور مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ کرغیز قیادت پڑوسی ریاستوں کے ساتھ "باہمی تعاون" کی پالیسی پر گامزن ہے۔ حکومت کو اب تک اقتصادی اصلاحات کے مقابلے میں سماجی ترقی کے شعبے میں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کرغیز حکومت "مجموعی داخلی پیداوار" [GDP] کا ۱۳ فیصد حصہ تعلیم پر خرچ کر رہی ہے۔ جبکہ بجٹ کا صرف ۱۶ء۷ فیصد حصہ دفاع پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ سماجی شعبے کی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات میں مدرسوں کا قیام، مختلف زبانوں کی تعلیم کے لیے سکولوں کی تعمیر، دارالحکومت بشکیک میں یونیورسٹی کا قیام اور پرانے ہسپتالوں کو جدید مشینری کی فراہمی کے علاوہ نئے ہسپتالوں کی تعمیر شامل ہیں۔ دفاعی شعبے میں روس پر انحصار اکییف حکومت کی مجبوری ہے۔ اس سلسلہ میں مئی ۱۹۹۲ء میں ترکمنستان کے دارالحکومت اشک آباد میں "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کے سربراہی اجلاس کے موقعہ پر روس کے ساتھ "اجتماعی سلامتی" اور دفاع سے متعلق متعدد معاہدات پر دستخط کیے گئے۔

کرغیز نسبتاً ایک چھوٹی قومیت ہے جو گزشتہ کئی صدیوں سے اپنی تمام قبائلی خصوصیات محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ کرغیز باشندوں کی جہاں بھی اکثریت ہے وہاں وہ اپنے آپ کو جدید سیاسیات و اقتصادیات سے دور رکھے ہوئے ہیں۔ نتیجتاً ان کے نزدیک حکومتی کارکردگی کا معیار سماجی شعبے میں اس کی کارکردگی ہے۔ یہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس سے حالیہ کرغیز قیادت چشم پوشی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

صدر اکییف ایک ایسی "دورخی" پالیسی پر عمل پیرا ہیں جس کے مقاصد میں معاشرے کے نچلے طبقے کو ٹیکسوں کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھنا اور ریاستی فرائض کی انجام دہی میں وسیع تر عوامی شرکت کو یقینی بنانا شامل ہیں۔ بزرگوں پر مشتمل پنچایتی نظام کا دائرہ اثر مسلسل وسعت پذیر ہے۔ معززین پر مشتمل عوامی انجمنیں ہر گاؤں، قصبے اور شہر میں پائی جاتی ہیں۔ آبپاشی کے جھگڑوں، باہمی حقوق سے متعلق تنازعات، معمولی نوعیت کے جرائم، اور خاندانی جھگڑوں کے فیصلے یہی انجمنیں کرتی ہیں۔ کاروبار حکومت میں عوامی شرکت کے اس غیر معمولی تجربے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ قیادت کا عوام کے ساتھ تعلق مضبوط ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے لوگوں میں قومی جذبہ فروغ پایا ہے۔ کاروبارِ حکومت میں عوامی

شرکت کی اس پالیسی کی بدولت کمیونسٹوں اور قوم پرستوں کی نسبت صدر اکییف کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ صدر اکییف کو اب کسی قسم کی مخالفت کا سامنا نہیں ہے۔ درحقیقت انہیں کرغیزستان میں کم و بیش ۲۰ قومیتوں کے وجود کا احساس ہے۔ جن کے متنوع مفادات کو مد نظر رکھ کر ہی وہ ایک متوازن پالیسی پر گامزن ہیں۔ صدر اکییف کو اس وقت ان کمیونسٹ ممبران پارلیمنٹ کی طرف سے بھی چیلنج درپیش ہے جو حکومت کے قانون اراضی کے خلاف احتجاج میں اپوزیشن کی قیادت کر رہے ہیں۔ پارلیمنٹ نے ایک بل میں تجویز کیا تھا کہ اراضی اور قدرتی وسائل "کرغیز عوام" کی جائیداد قرار دیے جانے چاہییں۔ صدر اکییف نے اس بل کو ویٹو کر دیا تھا۔ ان کا استدلال تھا کہ بل کی از سر نو ڈرافٹنگ ہونی چاہیے جس میں یہ صراحت موجود ہو کہ "اراضی جمہوریہ کرغیزستان کے شہریوں کی ملکیت ہے"۔ اس سے نہ صرف اکییف پر روسی، جرمن اور دیگر اقلیتوں کا اعتماد بڑھا ہے بلکہ انہیں روسی قیادت کی حمایت بھی حاصل ہوئی ہے جسے جمہوریہ سے بڑی تعداد میں روسی باشندوں کی نقل مکانی پر تشویش لاحق ہے۔

روس اس وقت کرغیزستان کو آئی ایم ایف کی وساطت سے امداد فراہم کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے۔ مزید برآں روس نے درآمدات و برآمدات کے لیے کرغیزستان کو تجارتی گزرگاہ فراہم کر رکھی ہے۔ دوسری طرف امریکہ جمہوریہ میں سرمایہ کاری کرنے والے ممالک میں سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ یہاں جاپان، جنوبی کوریا، چین، اسرائیل اور متحدہ عرب امارات بھی سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ خطے میں امریکی دلچسپی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ پہلا ملک تھا جس نے کرغیزستان کی آزادی کے بعد دارالحکومت بشکیک میں اپنا سفارتخانہ کھولا اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کی نسبت جمہوریہ کرغیزستان کو زیادہ انسانی امداد فراہم کی۔ کرغیزستان کو سماجی اور سیاسی شعبوں میں رہنمائی کی فراہمی میں بھی امریکہ پیش پیش رہا ہے۔ امریکی دفتر خارجہ کے ایک اہلکار تو کرغیزستان کو سابق سوویت یونین کے "سرکا تاج" [crown jewel] قرار دے چکے ہیں۔ متعدد سیاسی مبصرین خطے میں امریکہ کی اتنے بڑے پیمانے پر سرگرمیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ بجا طور پر استفسار کرتے ہیں کہ امریکہ اس پس ماندہ اور نسبتاً چھوٹی جمہوریہ کو وسطی ایشیا کے اسی خطے میں واقع قازقستان اور ازبکستان جیسے بڑے اور طاقتور ممالک پر ترجیح کیوں دے رہا ہے۔ درحقیقت کرغیزستان جغرافیائی لحاظ سے عوامی جمہوریہ چین کے قریب تر واقع ہے۔ اس کے علاوہ کرغیزستان میں سونے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ ان ذخائر کو نکالنے اور انہیں استعمال میں لانے کے لیے مقامی ماہرین دستیاب نہیں ہیں۔ امریکہ اس سلسلہ میں کرغیزستان کو امریکی ماہرین کی فراہمی میں دلچسپی رکھتا ہے۔ امریکی سمجھتے ہیں کہ غیر ترقی یافتہ اور قبائلی طرز معاشرت والا کرغیزستان امریکہ کے لیے ایک بہترین شریک کار ثابت ہوسکتا ہے۔ جو مستقبل میں امریکہ کے تزویراتی مفادات کی کامیابی سے نگہداشت کر سکے گا۔

یوں لگتا ہے امریکیوں، روسیوں اور کرغیز قیادت کے مفادات میں یک گونہ مطابقت اور ہم آہنگی

پائی جاتی ہے۔ امریکہ [چین کے پڑوس میں] ایک "غیر اسلامی" اور آزاد خیال کرغیزستان کا متمنی ہے۔ روسیوں کے مفادات سماجی طور پر مستحکم کرغیزستان سے وابستہ ہیں۔ جبکہ کرغیز قیادت کی ترجیحات میں ملک کی ناخوشگوار اقتصادی صورت حال اور سیاسی عدم استحکام پر قابو پانا شامل ہیں۔ کرغیز قیادت ملک کو کسی بھی بیرونی طاقت کا تزویراتی حلیف بنانے سے متعلق تحفظات کا اظہار کرتی رہی ہے۔ اس کی خارجہ پالیسی "باہمی تعاون" اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ کرغیزستان اقوام متحدہ، OSCE، اسلامی تنظیم اور ECO کا فعال رکن ہونے کے ساتھ ساتھ روس، چین، پاکستان اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ کئی معاہدوں میں شریک ہے۔ بعض حلقے ان خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ کرغیزستان میں امریکیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں اس کی اقتصادی [اور سیاسی] غلامی پر منتج ہو سکتی ہیں۔ اس طرح کے خدشات کو غلط ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ کیا جانا ابھی باقی ہے۔ کرغیزستان میں پاکستان کا کردار بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ پاکستان کرغیزستان سمیت دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کو متبادل تجارتی گزرگاہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان ریاستوں اور ایران و چین کے درمیان پل کا کام دے سکتا ہے۔ ان ریاستوں کے مغرب کی طرف واضح جھکاؤ پر ایران اور چین کو شدید تشویش لاحق ہے۔

تاخیر سے سہی مگر پاکستان نے کرغیزستان کے ساتھ قریبی تعاون کے لیے کام کا آغاز کر دیا ہے جو بلاشبہ ایک مستحسن اقدام ہے جسے جاری رکھا جانا چاہیے۔ اگر صدر فاروق احمد خان لغاری کے گزشتہ سال کے دورۂ بشکیک اور الماتا کے اثرات کو موثر سفارتکاری کے ذریعے آگے بڑھانے کا عمل جاری رہتا ہے تو پاکستان لمبے عرصے تک وسط ایشیائی ریاستوں میں "کل وقتی کردار" ادا کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ اس حقیقت کا کرغیز صدر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے ایک موقع پر کہا: "یہ پاکستان ہی تھا جس نے بین الریاستی نقل و حمل کے لیے چین، کرغیزستان اور قازقستان کو ایک معاہدہ پر رضامند ہونے کے لیے موقع فراہم کیا"۔ وسط ایشیائی جمہوریاؤں سے متعلق پاکستان کی پالیسی اب تک غیر مستقل مزاجی پر مبنی رہی ہے۔ جو باہمی دلچسپی کے شعبوں میں تعاون پر مبنی تعلقات کے قیام کی بجائے "بڑے بھائی کا کردار" ادا کرنے کے جذباتی نظریہ پر محمول ہونے کے باعث مشکلات کا شکار رہی ہے۔ یہ بات ہمارے لیے باعث شرم ہونی چاہیے کہ اسرائیل کرغیزستان میں "سیم و تھور پر قابو پانے" اور "پانی کی صفائی" جیسے منصوبوں میں شریک ہے۔ ایک بہتر زرعی ملک ہونے اور زراعت کے ہر طرح کے تجربات سے آگاہ ہونے کے ناطے پاکستان کو کرغیزستان کی زرعی اصلاحات کی کوششوں میں دست تعاون بڑھانا چاہیے۔ جواباً کرغیزستان ہمیں بجلی اور معدنی وسائل فراہم کر سکتا ہے۔ پاکستان اور کرغیزستان کے باشندوں کے درمیان متعدد مذہبی اور ثقافتی اقدار مشترک ہیں جو دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان تعلق اور بھائی چارے کے جذبات بڑھانے میں بہترین معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ بات حوصلہ افزاء ہے کہ کرغیزستان اور پاکستان اب تک باہمی سرمایہ کاری، تجارت اور مواصلات کے

شعبوں میں تعاون کے لیے متعدد معاہدات پر دستخط کر چکے ہیں۔ تاہم معینہ وقت کے اندر اندر ان معاہدات پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے بھی اقدامات ہونے چاہییں۔۔ اس کے ساتھ ساتھ دونوں ملکوں کے درمیان تعاون کی نئی راہوں کی دریافت کا عمل بھی جاری رہنا چاہیے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد رونما ہونے والا نیا عالمی منظر نامہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان کو بڑی طاقتوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھنے کے ساتھ ساتھ علاقائی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کے قیام پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ علاقائی حوالے سے اپنا اثرورسوخ بڑھانے کے لیے پاکستان کو ابتداء افغانستان سے کرنی چاہیے۔ افغان مسئلہ کا ایسا حل تلاش کیا جانا چاہیے جو علاقائی ممالک کے ساتھ ساتھ متحارب افغان گروہوں کے لیے بھی قابل قبول ہو۔ ہم نے معاہدہ اسلام آباد کی تکمیل میں کامیابی حاصل کی تھی جو نہ صرف سب افغان دھڑوں کے لیے قابل قبول تھا بلکہ یہ اس وقت تک پوری طرح نافذ رہا جب تک ربانی اور بعض دیگر دھڑوں نے اس کی حمایت سے کنارہ کشی کا اعلان نہیں کیا۔ ہمارے لیے بہترین لائحہ عمل یہ ہے کہ ہم علاقائی تعاون پر بھرپور توجہ دیں۔ ہمیں اندھا بن کر ایسی عالمی قوتوں کا آلہ کار نہیں رہنا چاہیے جو متعدد نازک مواقع پر ہمیں بارہا دھوکہ دیتی رہی ہیں۔

(ترجمہ محمد ارشد خان)

نقد و نظر

طارق جان

امام شامل: اسلامی تاریخ کا عظیم گوریلا جرنیل یہودی محقق کی نظر میں

نام کتاب : Muslim Resistance to The Tsar: Shamil and the Conquest of Chechnia and Daghestan.

مصنف : موشے گیمر

ناشر : Frank Cass Co. Ltd., London.

سال اشاعت : ۱۹۹۴ء

صفحات : ۴۵۲

امام شامل کون تھے؟ اُنھوں نے قفقازی مسلمانوں کی تاریخ میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے جن کی یادیں آج بھی اہل قفقاز کا لہو گرما دیتی ہیں۔ بلاشبہ ان کی شخصیت کے بارے میں چند کتب